OPEN ACCESS

AL-TABYEEN

(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)

Published by: *Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.*

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
Jan-jun-2022
Vol: 6, Issue: 1
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

غارِ حرا میں تحنث اور رسول اللہ ﷺ پر اہلِ خانہ کے حقوق سے عدمِ اعتناء کا الزام۔ ایک اعتراض کا جائزہ

Tahanth in the Cave of Hura and the accusation of neglecting the rights of the family on the Messenger of Allah. A review of an objection.

Dr. Usman Ahmed
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

ABSTRACT

The article has been aimed to respond the objection of Mr. Ali Sina who has blamed in his book "understanding Muhammad" that the Prophet s.a.w. ignored the rights of family while he opted isolation in cave of Hira for different times. He also claims that the cave was dangerous place as there might be toxic gasses and poisonous insects or microbial life. His objections has been minutely taken into discussion and his fallacies have been proven on the basis of logical and historical arguments. It has been proved that cave of Hira was not a remote place to be feared. The Quraysh used to visit there. The Prophet (s.a.w.) remained in touch with the family during his stay in cave Hira and paid his duty. Prophethood is a great position bestowed by Allah and those who are endowed with the highest human qualities are given this glorious position by Allah Almighty. It is not the case that prophets become admirable human beings after receiving prophethood and that the

highest attributes are created in them by Allah at that time. The last Prophet Muhammad s.a.w. was very moderate and balanced person by birth and his personality was known in his society for his good character and purity in his early life.
Keywords: purity, character, Quraysh, Tahanth

نبوت اللہ کی طرف سے عطا کردہ عظیم منصب ہوتا ہے اور انہی افراد کو اللہ تعالیٰ اس منصبِ جلیل پر فائز کرتے ہیں جو اعلیٰ انسانی اوصاف سے متصف ہوتے ہیں، یعنی نبوت ملنے سے پہلے وہ اپنی ماقبل عمر میں ہی ایک انتہائی معتدل و متوازن انسان ہوتے ہیں اور ان کی ذات اپنے سماج میں حسنِ خلق اور پاکیزگی کے باعث معروف ہوتی ہے۔انبیا ایک مکمل فطری زندگی گزارتے ہیں اور ان کے خاندان اور اہلِ خانہ ان کی فطرتِ سلیمہ کے معترف ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے عرب سماج میں پرورش پائی اور اسی کے مطابق سماجی زندگی گزاری البتہ آپ کی زندگی میں اخلاق باختگی کا پہلو کبھی موجود نہیں رہا۔ آپ ﷺ طبعاً کم گو تھے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باتونی کی بجائے کم گو ہونا یا تنہائی کو محفل آرائی اور لہو ولعب پر ترجیح دینا ایک اخلاقی رویہ ہے اور انبیا ایسے اخلاقی رویوں پر مزاجاً قائم ہوتے ہیں۔

عرب کا معاشرہ شرک پر استوار تھا۔ایسے معاشرے میں فطرتِ سلیمہ پر قائم انسان کے لیے Isolation ایک ڈیفنس میکنزم کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا Misanthropist(انسان بیزار)ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ایک معاصر کتاب "انڈرسٹینڈنگ محمد "کا مصنف رسول اللہ ﷺ کی غارِ حراء میں تحنث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔"اپنی بیوی کو نو(۹)بچوں کی دیکھ بھال کے لیے گھر چھوڑ کر محمد مکہ کی نواحی غاروں میں باقی دنیا سے لاتعلق اپنے دن گزارتا تھا"[(1)] اور دوسری جگہ لکھتا ہے "زہریلی گیسوں کے علاوہ ان غاروں اور دوسری بند جگہوں میں پھپوندی اور دیگر جرثومی حیات دماغ کو متاثر کرسکتی ہے۔۔۔جن دنوں محمد تن تنہا غار میں اپنے شب وروز

---

[1] Understanding Myhammad (A psychobiography of Allah's Prophet, 2008, 2nd Edition, p 155, 156, 212, publisher not mentioned.

گزار تا تھا وہ غار آلودہ تھی"(1)

مصنف علی سینا کی عبارت میں مذکور دعووں پر گفتگو سے پہلے ضروری ہے کہ غارِ حراء میں آپ کے تشریف لے جانے سے متعلق چند حقائق کا ذکر کر دیا جائے۔

اول: غار حراء میں جانے کا طریقہ قریش کا تھا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي حراءٍ مِنْ كُلِّ سَنَةٍ شَهْرًا، وَكَانَ ذَلِكَ مِمَّا تَحَنَّثَ بِهِ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ[2]

رسول اللہ ﷺ ہر سال ایک ماہ حراء میں مجاورت اختیار کرتے تھے۔ اور یہ اسی طریق میں سے تھا جو قریش جاہلیت میں وہاں تحنث اختیار کرتے تھے۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

فكان يتحنَّث في غار حراءء، كما كان يصنع ذلك متعبدو ذلك الزمان، كما قال أبو طالب في قصيدته المشهورة اللامية:وثور ومن أرسى ثبيراً مكانه ... وراق لبر في حراءء ونازل[3]

وہ غار حراء میں تحنث کرتے تھے جیسا کہ اس عہد کے عبادت گزار کیا کرتے تے۔ جیسا کہ ابو طالب کے اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں کہا:

"اور ثور جسے اس نے اپنا مقامِ ثبات و ثبیر پہاڑ پر بنایا اور نیکی کے لیے حراء میں نرم دلی اختیار کی اور وہاں ٹھہرا"

بعض روایات کے مطابق زید بن عمرو بن نفیل، جو عہد جاہلیت میں دین حنیف پر تھے، کو خطاب بن نفیل نے

---

1 Ibad

[2] الطبري،محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر (المتوفى:٣١٠ھ)، تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري،(صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي، المتوفى: ٣٦٩ھ)، دار التراث،بيروت، طبع دوم، ١٣٧٨ھ،300:2

3ابن كثير،ابو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى:٧٧٤ھ)، الفصول في السيرة،تحقيق وتعليق: محمد العيد الخطراوي، محيي الدين مستو،مؤسسة علوم القرآن، طبع سوم، ١٤٠٣ھ،ص ٩٥

توحید پر قائم رہنے کے باعث مکہ سے نکال دیا تھا اور وہ حراء کے مقام پر رہتے تھے:

وكان الخطاب بن نفيل قد آذى زيد ابن عمرو بن نفيل حتى خرج عنه إلى أعلى مكة، فنزل حراء[1]

"خطاب بن نفیل نے زید بن عمرو کو ایذا دی یہاں تک کہ وہ بالائی مکہ کی طرف چلے گئے، چنانچہ آپ حراء میں قیام پذیر ہوئے۔"

سیرت حلبیہ میں ایک روایت یہ بھی ہے:

وكان أول من تحنث فيه من قريش جده صلى الله عليه وسلم عبد المطلب، فقد قال ابن الأثير: أول من تحنث بحراء عبد المطلب[2]

سب سے پہلے قریش میں سے جس نے تحنث کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے دادا عبد المطلب ہیں۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ: سب سے پہلے جناب عبد المطلب نے حراء میں تحنث کیا۔

درج بالا استشہادات سے واضح ہے کہ تحنث رسول اللہ ﷺ کا ایسا اجنبی و متفرد عمل نہیں تھا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کوئی تعجب لاحق ہوتا اور وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اہلِ خانہ سے بے اعتنائی تصور کرتیں۔ قریش کے سلیم الفطرت لوگ وہاں جاتے تھے اور اس مقام کو ضعفاو مساکین کے لیے "مقامِ خیرات و انفاق" کی حیثیت حاصل تھی۔ اس سے واضح ہے کہ لوگ وہاں آمد و رفت رکھتے تھے۔ غار حراء ایک صاف ستھرا مقام تھا۔ باقی پھپھوندی لگے ہونے کا امکان تو آباد گھروں کے اندر بھی ہوتا۔ محض امکان بیان کر دینا اس بات کو ثابت نہیں کر دیتا کہ وہاں کچھ ایسا تھا بھی۔ تاریخی شواہد سے واضح ہے کہ غار حراء ایسا مقام نہیں تھا کہ جو بے آباد اور ویران ہو بلکہ کثرت سے زیر استعمال ٹھہرنے کا مقام تھا۔ غار حراء کھلی فضا کے علاقے میں تھا اس لیے وہاں

1محمد بن إسحاق بن يسار المطلبي بالولاء، المدني (المتوفى: ١٥١هـ)، سيرة ابن إسحاق (كتاب السير والمغازي)،تحقيق: سهيل زكار،دار الفكر،بيروت، طبع اول، ١٣٩٨هـ/١٩٧٨ء، ص ١١٧

سليمان بن موسى بن سالم بن حسان الكلاعي الحميري، أبو الربيع (المتوفى:٦٣٤هـ)، الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله -ﷺ- والثلاثة الخلفاء،دار الكتب العلمية، بيروت، طبع اول، ١٤٢٠هـ،160:1

[2]الحلبي،علي بن إبراهيم بن أحمد ، أبو الفرج، نور الدين ابن برهان الدين (المتوفى:١٠٤٤هـ)، السيرة الحلبية (إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون)،دار الكتب العلمية،بيروت، طبع دوم، ١٤٢٧هـ،339:1

جرثومی حیات اور زہریلی گیسوں کی بات کرنا محض اٹکل پچو ہے۔ وہاں ایسا کچھ نہیں تھا اور مزید یہ کہ لوگوں کے وہاں آنے جانے کے باعث جنگلی جانوروں اور سانپ بچھوؤں کا بھی ایسا ڈر نہیں تھا کہ ذہن کو تشویش ہو۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مکہ کی تمدنی زندگی کی صورت حال ایسی نہیں تھی کہ ان کے گھروں کی تعمیر رومی وایرانی تمدن ترقی کے مطابق ہو چکی ہو۔ لہٰذا ان گھروں کی تعمیر پتھروں سے ہی ہوتی تھی اور ان میں سہولیات و آسائش کی چیزیں ایسی نہیں تھیں کہ غارِ حراء میں ان کی شدید کمی محسوس ہو۔ رسول اللہ ﷺ نہ تو تعیش کی زندگی گھر میں گزارتے تھے اور نہ غار حراء میں۔ درحقیقت آپ کا وہاں جانا تنہائی کے حصول کے لیے تھا تاکہ تفکر و تدبر کر سکیں اور مزاج میں اس کا غلبہ نبوت عطا ہونے کے لیے ایک طرح کی تیاری تھی۔ یہاں مولانا ادریس کاندھلوی کا بیان کردہ نکتہ موضوع کی مناسبت سے ذکر کرنا مفید ہے۔

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾[1]

"پس جب ابراہیمؑ کافروں سے اور سوائے خدا کے ان کے تمام معبودوں سے الگ ہو گئے تو ہم نے ابراہیم کو اسحاق جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا عطا کیا اور ہر ایک کو نبی بنایا)"

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے منصبِ نبوت پر فائز ہونا عزلتِ ابراہیمی کی برکات میں سے تھا پس اس طرح آپ بھی غار حراء میں جا کر اعتکاف فرماتے اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔[2]

دوم: غار حراء میں غربا و مساکین کو کھانا کھلایا جاتا تھا

غار حراء مساکین میں ایسے مقام کے طور پر معروف تھا جہاں لوگ مساکین کو کھانا کھلاتے تھے:

في كل عام شهرا من السنة ينسك فيه، وكان من نسك في الجاهلية من قريش يطعم من جاءه من المساكين، حتى إذا انصرف مجاورته وقضاه لم يدخل بيته حتى يطوف بالكعبة[3]

---

[1] مریم19: 49
[2] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرت مصطفی، کتب خانہ مظہری کراچی، 1:127
[3] سیرت ابن اسحاق، ص ۱۲۱

”ہر سال ایک مہینے یہ طریقہ تھا کہ آپ تعبد فرماتے تھے (نسک کا مطلب تقرب الی اللہ کے لیے ذبح کرنا بھی ہو سکتا ہے) اور یہ تعبد کا طرز قریش کے ہاں جاہلیت میں رائج تھا۔ وہ مساکین میں جو آتے انہیں کھانا کھلاتے۔ جب (نبی ﷺ) اس اعتکاف سے واپس آتے اور اس کو مکمل کر لیتے (ادا کر لیتے) تو اپنے گھر میں داخل نہ ہوتے جب تک کہ کعبہ کا طواف نہ کر لیں۔“

سیرت حلبیہ میں ہے:

أي في ذلك المحل أن يطعم الرجل من جاءه من المساكين.وقد قيل إن هذا كان تعبده في غار حراءء أي مع الانقطاع عن الناس، وإلا فمجرد إطعام المساكين لا يختص بذلك المحل: إلا إن كان ذلك المحل صار في ذلك الشهر مقصودا للمساكين دون غيره.

یعنی اس مقام پر جو مساکین آجائیں ان کو کھانا کھلاتے۔ اور یہ کہا گیا کہ آپ کا غار حراء میں تعبد یہی تھا یعنی لوگوں سے علیحدگی کے ساتھ ساتھ۔ جہاں تک محض مسکینوں کو کھانا کھلانے کی بات ہے تو یہ اس مقام کے ساتھ مخصوص نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ یہ مقام اس مہینے میں دیگر مقامات کے سوا، مسکینوں کا مرکز بن جاتا تھا۔

اس لیے ایسی تنہائی کا تاثر دینا کہ گویا لوگوں کا گزر تک نہ ہو اور غار حراء کو ایسے مقام کے انداز میں بیان کرنا کہ ویران جنگل یا صحراء کی صورت ہو درست نہیں۔

چہارم: رسول اللہ ﷺ کی خلوت گزینی کا آغاز و مدت

رسول اللہ ﷺ نے غار حراء میں کب تشریف لے جانا شروع کیا اس کے بارے میں قطعی تعیین ممکن نہیں لیکن تاریخ روایات و شواہد سے مترشح ہوتا ہے کہ:

۱۔ پہلے پہل آپ نے غار حراء میں قریش کے دیگر متعبدین کے انداز میں جانے کا آغاز فرمایا۔ ایسا نہیں ہے کہ قبل از نبوت آپ کے وہاں جانے کے باعث قریش کے مخیر حضرات و متعبدین غار حراء جانے سے رک گئے۔ یقیناً چند لوگوں کا یہ معمول رہا۔ وہاں تعبد و تقرب الی اللہ کے لیے غربا اور مساکین کو جانور ذبح کر کے گوشت سے تواضع کرنے اور دیگر کھانے کھلانے کا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

۲۔ قریش کے ہاں اس کے لیے کوئی متعین مہینہ نہیں تھا لیکن امکان ہے کہ عام طور پر "اشھر الحرم" میں یہ

مجاورت اختیار کی جاتی تھی۔یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ اس میں بھی حج کے مہینوں میں مجاورت کا امکان کم ہے کیوں کہ حج عہد جاہلیت میں بھی ہوتا تھا۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے وہاں جانے کا مہینہ اکثریت نے رمضان ذکر کیا ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کبھی تین راتیں اور کبھی سات راتیں اور کبھی مہینہ رہتے تھے۔ لیکن اس کا دارومدار کھانے پینے اور سامانِ ضرورت کے میسر ہونے پر تھا۔ مسلسل ایک ماہ رہنے کا طریق نہیں تھا کیوں کہ آپ اتنا خوراک اور پانی ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور نیز آپ چوں کہ خیرات فرمادیتے تھے اس لیے سامان خوردونوش جلد ختم ہوجاتا تھا۔روایات سے واضح ہے مسلسل ایک ماہ رہنا خوراک کی قلت کے باعث یا دیگر اسباب کی وجہ سے اختیار نہیں گیا تھا۔ سیرت حلبیہ میں ہے۔

فتارة كان ثلاث ليال، وتارة سبع ليال، وتارة شهرا [1]

کبھی یہ تین رات ہوتا، کبھی سات رات اور کبھی ایک ماہ۔

امام الحلبی مزید لکھتے ہیں:

فكان يتزود لبعض ليالي الشهر فإذا نفد ذلك الزاد رجع إلى أهله يتزود قدر ذلك، ولم يكونوا في سعة بالغة من العيش، وكان غالب أدمهم اللبن واللحم، وذلك لا يدخر منه لغاية شهر لئلا يسرع الفساد إليه، ولا سيما وقد وصف بأنه صلى الله عليه وسلم كان يطعم من يرد عليه[2]

آپ مہینے کی کچھ راتوں کا زاد (سامان وخوراک) لے جاتے تھے جب وہ زاد ختم ہوجاتا تو آپ اہل خانہ کے پاس لوٹ آتے تاکہ اسی مقدار میں زاد پھر لے جائیں۔وہ گزران کی وسعت وفراخی کے حامل بھی نہیں تھے۔ اور ان کی اکثر خوراک دودھ اور گوشت ہوتا تھا۔وہ ایک ماہ تک کے لیے ذخیرہ نہیں کرتے تھے تاکہ اس کھانے میں خرابی پیدا نہ ہو۔اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کے پاس جو آتا آپ اسے کھلادیتے تھے۔

پنجم۔رسول اللہ ﷺ کا مستقل اور طویل خلوت گزینی اختیار فرمانا نبوت سے چھ ماہ قبل ہوا۔

---

[1] سیرت ابن اسحاق، ص:338

[2] سیرت حلبیہ 1 :338

مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، فَكَانَ يَأْتِي حراءَ فَيَتَحَنَّثُ فِيه[1]

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پہلی چیز جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا وہ سچے خواب ہیں۔ آپ کوئی خواب نہیں دیکھتے تھے مگر وہ صبح کی پو پھوٹنے کی طرح روشن ہو کر سامنے آجاتا۔ تب آپ کو خلوت محبوب بنادی گئی۔ آپ ﷺ حراء میں تشریف لے جاتے۔ چنانچہ آپ وہاں تحنث فرماتے۔

رویائے صادقہ کا عرصہ چھ ماہ ہے۔

وكان يوحى إليه في منامه في أول الأمر بمكة ستة أشهر[2]

آپ ﷺ کو ابتدائے معاملہ میں چھ ماہ نیند میں خواب کے ذریعے وحی کی جاتی تھی۔ ابن بطال لکھتے ہیں:

فإن الله تعالى أوحى إلى محمد عليه السلام فى الرؤيا ستة أشهر[3]

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر خواب میں چھ ماہ وحی فرمائی۔

حضرت عائشہؓ کی روایت سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ابتدائے نبوت میں سچے خواب نظر آتے تھے اور محققین نے اس کی مدت چھ ماہ لکھی ہے۔ انہیں چھ ماہ میں حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ کا ظہور ہوا۔ (ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، میں ثُمَّ تراخی کے لیے نہیں ہے بلکہ تشریک فی المعنی کے لیے ہے)

اب علی سینا کی کتاب کی عبارت کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ عبارت کچھ واضح اور کچھ بین

---

[1] عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعانی،أبو بكر(المتوفى:٢١١ھ)، المصنف،تحقيق:حبيب الرحمن الأعظمی،المجلس العلمي،الهند/المكتب الإسلامي،بيروت، طبع دوم، ١٤٠٣ھ،321:5

[2] الخطابي،حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي، أبو سليمان (المتوفى: ٣٨٨ھ)، معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود،المطبعة العلمية،حلب، طبع اول، ١٣٥١ھ/ ١٩٣٢ء، 139:4

[3] ابن بطال،علي بن خلف بن عبد الملك، أبو الحسن (المتوفى:٤٤٩ھ)، شرح صحيح البخارى،تحقيق: أبو تميم ياسر بن إبراهيم،مكتبة الرشد، الرياض، طبع دوم، ١٤٣٢ھ/٢٠٠٣ء، 518:9

السطور، دونوں طرح کے چند دعووں پر مشتمل ہے۔

پہلا دعویٰ: رسول اللہ ﷺ نے جب غار حراء میں عزلت نشینی اختیار فرمائی تو آپ کی اولاد کی تعداد نو تھی اس پر تین جہت سے نقد ہے۔

اول: آپ کی اولاد کی تعداد نو قرار دینا بالکل غلط ہے۔ جمہور سیرت نگاروں اور مؤرخین کی تحقیق کو ترک کر کے شاذ قول کو لینا تعصب کی علامت ہے۔ یہ شاذ قول ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔

قَالَ: ثُمَّ وَلَدَتْ لَهُ زَيْنَب، ثُمَّ وَلَدَتْ لَهُ رُقَيَّةَ، ثُمَّ وَلَدَتْ لَهُ الْقَاسِمَ، ثُمَّ وَلَدَتِ الطَّاهِرَ، ثُمَّ وَلَدَتِ الْمُطَهَّرَ، ثُمَّ وَلَدَتِ الطَّيِّبَ، ثُمَّ وَلَدَتِ الْمُطَيَّبَ، ثُمَّ وَلَدَتْ أُمَّ كُلْثُومٍ، ثُمَّ وَلَدَتْ فَاطِمَةَ.[1]

پھر آپؓ نے آپ ﷺ کے لیے زینب کو جنم دیا، پھر رقیہ کو، پھر القاسم کو، پھر الطاہر کو، پھر المطہر، پھر الطیب کو، پھر المطیب کو، پھر ام کلثوم کو، پھر فاطمہ کو جنم دیا۔

اس قول کا شاذ ہونا نقلاً بھی ہے اور عقلاً بھی۔ نقلاً اس لیے کہ اس کے خلاف صریح و صحیح روایات موجود ہیں۔ عقلاً اس لیے شاذ ہے کہ سیدہ خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی جب نکاح ہوا اور عادتاً اس عمر میں اس طرح مسلسل اور کثیر اولاد کا ہونا مستبعد ہے۔ راجح قول دو بیٹوں کا ہے۔

يونس عن ابراهيم بن عثمان بن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال:ولدت خديجة لرسول الله صلى الله عليه وسلم غلامين وأربع نسوة[2]

ہمیں یونس بن عثمان بن الحکم نے، انہوں نے مقسم سے انہوں ابن عباس سے روایت کیا۔ فرمایا: حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے دو لڑکوں اور چار لڑکیوں کو جنم دیا۔

البیہقی لکھتے ہیں:

فَلَبِثَ رَسُولُ الله، صلى الله عليه وآله وَسَلَّمَ، مَعَ خَدِيجَةَ حَتَّى وَلَدَتْ لَهُ بَعْضَ بَنِيهِ. وكان لَهُ مِنْهَا: الْقَاسِمُ. وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهَا وَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا آخَرَ يُسَمَّى الطَّاهِرُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ:مَا نَعْلَمُهَا وَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا إِلَّا الْقَاسِمَ. وَوَلَدَتْ لَهُ

---

[1] ابن كثير،إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقى، ابو الفداء (المتوفى:٧٧٤ھ)، البداية والنهاية،تحقيق:علي شيري،دار إحياء التراث العربي، بيروت، طبع اول، ١٤٠٨ھ /١٩٨٨ء، 328:5

[2] سیرۃ ابن اسحاق، ص 254

بَنَاتِهِ أَرْبَعًا: فَاطِمَةَ، وَرُقَيَّةَ، وَأُمَّ كُلْثُومٍ، وَزَيْنَبَ [1]

سیرت نگاروں کی رائے دو بیٹوں کی ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے ساتھ رہے۔ انہوں نے آپ کے بیٹوں کو جنم دیا۔ اس میں القاسم ہیں۔ بعض اہل علم کا گمان ہے کہ انہوں نے ایک اور لڑکے کو جنم دیا جس کو طاہر کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور بعض نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ قاسم کے علاوہ انہوں نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ انہوں نے چار لڑکیوں کو جنم دیا۔ فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب۔

دوم: "بعض روایات کے مطابق نبی ﷺ کی بعض اولاد بعد از نبوت پیدا ہوئی"

نبی ﷺ کی اولاد کی تواریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ بعض کے بارے میں منقول ہے کہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ اس صورت میں بھی یہ بات غلط ہو جاتی ہے کہ بوقتِ خلوت گزینی اولاد کی تعداد نو تھی۔ اس صورت میں تو اولاد کی تعداد چھ بھی نہیں رہتی۔ الطبقات الکبریٰ میں ہے:

ثُمَّ وُلِدَ لَهُ فِي الإِسْلامِ: عَبْدُ اللَّهِ، فَسُمِّيَ الطَّيِّبَ الطَّاهِرَ [2]

پھر عبد اللہ، جن کو الطیب والطاہر کہا گیا، اسلام میں پیدا ہوئے۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں [3]، ابن سید الناس نے عیون الاثر میں [4]، ابن الجوزی نے المنتظم [5] میں اس روایت کو لیا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں:

---

[1] البیہقی،أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر (المتوفى:٤٥٨هـ)، دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة،دار الكتب العلمية،بيروت، طبع اول، ١٤٠٥هـ،48:2

[2] ابن سعد،محمد بن سعد بن منيع الهاشمی بالولاء، البصري، البغدادي، أبو عبد الله (المتوفى:٢٣٠هـ)، الطبقات الكبرى،تحقيق: محمد عبد القادر عطا،دار الكتب العلمية،بيروت، طبع اول، ١٤١٠هـ/١٩٩٠ء،106:1

[3] ابن عساكر،علي بن الحسن بن هبة الله، أبو القاسم(المتوفى:٥٧١هـ)، تاريخ دمشق،تحقيق:عمرو بن غرامة العمروى،دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، ١٤١٥هـ/١٩٩٥ء، 125:3

[4] ابن سيد الناس،محمد بن محمد بن محمد بن أحمد، اليعمري الربعي، أبو الفتح، فتح الدين (المتوفى:٧٣٤هـ)، عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير،تعليق: إبراهيم محمد رمضان،دار القلم،بيروت، طبع اول، ١٤١٤هـ/١٩٩٣ء،354:2

[5] ابن الجوزي، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد (المتوفى:٥٩٧هـ)، المنتظم في تاريخ الأمم والملوك،تحقيق:محمد عبد القادر عطا، مصطفى عبد القادر عطا،دار الكتب العلمية، بيروت، طبع اول، ١٤١٢هـ/١٩٩٢ء،317:2

كان له . صلى الله عليه وسلم . ثلاثة بنين: القاسم وبه كان يُكَنَّي، وُلِدَ قبل النبوة، وتوفي وهو ابن سنتين، وعبد الله وسُمي الطيب والطاهر، لأنه وُلِدَ بعد النبوة[1]

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی فاطمہ کی ولادت بعد از نبوت ہے۔شرف المصطفیٰ میں ہے۔

وكلهم ولدوا في الجاهلية إلّا فاطمة[2]

سب دور جاہلیت میں سوائے فاطمہ رضی اللہ عنھا کے پیدا ہوئے۔

ذخائر العقبیٰ میں ہے۔

ولدت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة احدى واربعين من مولد النبي صلى الله عليه وسلم[3]

”رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی فاطمہ، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کے اکتالیسویں سال پیدا ہوئیں۔“

سوم: آپ کے تمام بیٹے عہد طفولت میں انتقال کر گئے۔

بیٹوں کے بارے میں منقول ہے کہ طفولت میں انتقال کر گئے۔جب بیٹے طفولت میں ہی انتقال کر گئے تو پھر نتیجہ وہی نکلتا ہے کہ غارِ حراء میں خلوت گزینی کا کوئی بھی سال، کوئی بھی مہینہ ہو آپ کی اولاد کی تعداد نو نہیں تھی۔

وولدت بعد البنات: القاسم، والطاهر، والطيب، فذهب الغلمة جميعاً وهم يرضعون[4]

---

[1] النووي،محيي الدين يحيى بن شرف،أبو زكريا (المتوفى:٦٧٦هـ)، تهذيب الأسماء واللغات،تحقيق: شركة العلماء بمساعدة إدارة الطباعة المنيرية،دار الكتب العلمية، بيروت،1:26
البعلى،محمد بن أبي الفتح بن أبي الفضل ، أبو عبد الله، شمس الدين (المتوفى: ٧٠٩هـ)، المطلع على ألفاظ المقنع،تحقيق:محمود الأرناؤوط وياسين محمود الخطيب،مكتبة السوادي للتوزيع، طبع اول، ١٤٢٣هـ/٢٠٠٣ء،ص: 411

[2] الخركوشى،عبد الملك بن محمد بن إبراهيم النيسابوري، أبو سعد (المتوفى:407هـ)، شرف المصطفى،دار البشائر الإسلامية،مكة، طبع اول، ١٤٢٤هـ،ج٢،ص ٩٢

[3] محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري (المتوفى:٦٩٤هـ)، ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربى،مكتبة القدسي،القاهرة،١٣٥٦هـ،ص٢٦

[4] سیرت ابن اسحاق،ص٢٤٥؛البدایہ والنہایہ،ج۵،ص:315

چہارم: مصنف تضاد بیانی کا شکار ہے۔اسی کتاب میں آگے چل کر(جہاں رسول اللہ ﷺ پر قوت مردمی کی کمی کی تہمت باندھتا ہے وہاں)یہ لکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حضرت خدیجہؓ سے چھ بچے تھے۔واضح رہے کہ سیدہ خدیجہ کے پہلے شوہروں سے اولاد کا معاملہ متعین نہیں اس میں شدید اختلاف ہے۔ نیز وہ رسول اللہ ﷺ سے سیدہ خدیجہؓ نکاح کے وقت ہر گز بچے نہیں تھے بلکہ عاقل و بالغ تھے۔

دوسرا دعویٰ: جب آپ ﷺ نے غارِ حراء میں خلوت گزینی اختیار فرمانا شروع کی تو آپ کی اولاد "بچے" تھے۔

رسول اللہ ﷺ سال میں ایک ماہ خلوت فرماتے رہے یا آخری چند ماہ مکمل خلوت گزینی فرمائی،کوئی بھی صورت ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹی زینب بنت محمد رسول اللہ ﷺ کا نکاح قبل از بعثت ہو چکا تھا۔اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خلوت گزینی کے ابتدائی سالوں کے بعد آپ شادی شدہ ہو چکی تھیں اور آپ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھیں۔شادی شدہ خاتون پر "بچے"کا اطلاق لاعلمی کا مظہر ہے۔

اسی طرح دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثومؓ کا نکاح ابولہب کے بیٹوں سے دور جاہلیت میں ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی دعوتِ توحید کے باعث انہوں نے رخصتی سے قبل طلاق دے دی تھی۔گویا یہ دونوں بیٹیاں بھی نبوت سے پہلے نکاح میں تھیں۔ان پر "بچوں"کا اطلاق کیسے درست ہو گا؟

(یہاں ہم ان بیٹیوں کی عمروں کی بحث یا اوائل عمروں میں شادی کر دینے کے عرب کلچر کو ذکر نہیں کریں گے کیوں کہ یہ ایک مستقل موضوعِ تحقیق ہے۔صرف اتنا استدلال مقصود ہے کہ مصنف کا "بچے" کہہ کر ایسا تاثر دینے کی کوشش کرنا گویا کہ رسول اللہ ﷺ بالکل چھوٹے چھوٹے بچوں چھوڑ کر چلے جاتے تھے بالکل غلط ہے۔شادی شدہ یا نکاح یافتہ لڑکیوں کو بچے کہہ کر ایک خاص تاثر دینے کی کوشش صریح مغالطہ انگیزی ہے)

تیسرا دعویٰ: عزلت نشینی غار حراء کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ مختلف غاروں میں رہتے تھے۔

عین ممکن ہے مصنف کا اسلوبِ بیان ہو اور اس کا یہ دعویٰ نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ مختلف غاروں میں عزلت نشین ہوئے۔چونکہ جملے سے مترشح یہی ہوتا ہے کہ اس کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مختلف غاروں میں عزلت نشین ہوئے اس لیے کتب تاریخ و سیرت کا اس تناظر میں جائزہ لینا ضروری ہے۔کتبِ سیرت میں چند غاروں کا ذکر تو موجود ہے لیکن کوئی شاذ روایت بھی نہیں مل سکی کہ رسول اللہ ﷺ نے غارِ حراء کے علاوہ کہیں

تنہائی اختیار کی۔

چوتھا دعویٰ: آپ ﷺ کا یہ طریق عائلی ذمہ داریوں سے فرار کی ایک صورت تھی۔ اور آپ اہلِ خانہ سے لاتعلق رہتے تھے۔

یہ دعویٰ درج ذیل وجوہ سے غلط ہے:

اول: رسول اللہ ﷺ کی شادی سیدہ خدیجہ سے ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کو نبوت ۴۰ سال کی عمر میں عطا ہوئی۔ اس طرح نبوت سے قبل عائلی زندگی کے پندرہ سال میں ہر سال ایک ماہ مکمل خلوت گزینی مانی جائے تو ۱۵ مہینے بنتے ہیں (اگرچہ آپ کا غار میں رہنا کبھی تین دن اور کبھی سات دن بھی ہوتا تھا) تب بھی آپ کی پندرہ سالہ عائلی زندگی کا آٹھ فیصد وقت بنتا ہے۔ اگر بانوے فیصد وقت عائلی زندگی کو دیا گیا ہو تو یہ فرار کس طرح قرار پائے گا؟

دوم: خلوت گزینی میں رسول اللہ ﷺ کا اہلِ خانہ سے رابطہ اور تعلق رہتا تھا۔

متعدد روایات سے واضح ہے کہ سیدہ خدیجہؓ غار حراء آتی جاتی رہتی تھیں۔ اور کبھی وہاں وقت بھی گزارتی تھیں۔ اولین وحی کے واقعے سے متعلق روایات میں یہ موجود ہے کہ جبریل علیہ السلام کے آنے سے قبل آپؓ وہاں موجود تھیں اور آپ کھانا لانے کے لیے تشریف لے گئیں تھیں جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔ علامہ حلبی نے لکھا ہے:

وهذا يدل على أن خديجة رضي الله تعالى عنها كانت معه بغار حراء[1]

"یہ دلالت کرتا ہے کہ خدیجہؓ غار حراء میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔"

سوم: غار حراء جانے کا عمل آپ کے اہل خانہ کی معیت میں ہوتا تھا۔

کتبِ سیرت میں منقول ہے۔

وقيل شهر رجب خرج رسول الله ﷺ إلى حراء كما كان يخرج لجواره ومعه أهله: أي عياله التي هي خديجة رضي الله تعالى عنها إما مع أولادها أو بدونهم [2]

---

[1] سیرت حلبیہ، 342:1

[2] ایضاً، 340:1

> اور کہا گیا کہ رجب کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ حراء کی طرف نکلے جیسا کہ آپ ﷺ اعتکاف کے لیے اپنے اہل خانہ کے ساتھ نکلتے تھے۔ یعنی اہل و عیال کے ساتھ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہ تھیں یا اولاد کے ساتھ یا اس کے بغیر۔

درج بالا شواہد سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا غار حراء میں تحنث اختیار کرنا آپ کے اہلِ خانہ کے لیے اجنبی معاملہ نہیں تھا اور نہ وہ کسی تشویش میں مبتلا ہوئے بلکہ یہ آپ ﷺ سے قبل اہلِ عبادت کا طریقہ تھا۔ آپ ﷺ کا غار حراء میں خلوت پذیر ہونا کبھی تین دن، کبھی سات دن اور کبھی ایک ماہ کے لیے ہوتا تھا۔ ایک ماہ سے زیادہ آپ کبھی نہیں ٹھہرے اور ایک ماہ مسلسل بھی نہیں ٹھہرے۔ آپ ﷺ کے پاس غارِ حراء میں اہلِ خانہ بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ غار حراء مرکزِ اسخیاء تھا جہاں لوگ غرباء و مساکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ غار حراء کوئی ویران اور جنگلی مقام نہیں تھا جہاں انسان موذی و وحشی جانوروں کے خطرے سے دوچار ہو بلکہ یہ قیام پذیر ہونے کے اعتبار سے ایک مناسب مقام تھا۔